قرآن کی نگاہ میں دینی مبلغ کی صفات

محمد حسین چمن آبادی۱- (پاکستان) - محمد عسکری ممتاز (پاکستان)

اشاریہ:

کلمہ تبلیغ اور اس کے مشتقات قرآنی الفاظ ہیں، اسی طرح تبلیغ کا اسلوب اور اس کی صحیح روش بھی کلمات قرآنی ہیں، دوسرے الفاظ میں تبلیغ اور مبلغ کو دین اسلام میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ دین کی تبلیغ کی ذمہ داری اللہ تعالی نے سب سے پہلے انبیاء علیہ السلام اور معصومین علیہم السلام کے سپرد کیا، پھر یہ ذمہ داری علماء کرام کی گردن پہ آگئی اور ان کی اہم ترین ذمہ داری شمار ہونے لگی۔

دینی مبلغ کو اخلاقی، علمی اور عملی لحاظ سے کچھ خصوصیات کا حامل ہونا لازمی ہے کیونکہ لوگ مبلغ کی باتوں سے زیادہ اس کے رفتار و کردار کو اہمیت دیتے ہیں، اگر اس کے قول و فعل میں ادنی سا اختلاف پایا جائے تو لوگ اس سے میلوں دور بھاگنے کو ترجیح دیں گے کیونکہ لوگ مبلغ کو نائب اور جانشین انبیاء گردانتے ہیں، اگر مبلغ کی زندگی انبیاء و معصومین علیہم السلام کی حیات طیبہ کی عملی تفسیر پیش نہ کرے لوگوں کی نظر میں وہ قابل اعتماد نہیں ہے، اگرچہ اس کی باتوں پر کان دھریں بھی تو دلوں پر تبلیغ کا کوئی خاص اثر نہیں ہوگا، لہذا مبلغ کے گفتار سے زیادہ کردار کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالی سورہ احزاب آیت ۴۵ _ ۴۶- ۴۷ میں دینی مبلغ کی پانچ اہم خصوصیات کی اشارہ کیا ہے۔

بنیادی الفاظ: تبلیغ، اہمیت تبلیغ، دینی مبلغ، قرآن میں مبلغ کی صفات۔

۱. (پی ایچ ڈی اسٹوڈنٹ) Hussainbaltistani4@gmail.com

مفہوم تبلیغ

جوہری نے صحاح میں کہا کہ کلمہ بلغ قرآن کریم میں یوں استعمال ہوا ہے، «فَإِذا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ» (بقرہ ۲۳۴) اِی قَارَبنہُ. جب یہ مدت پوری کرلیں۔ بلَغتُ المکان بُلُوغاً: وصلت إلیہ، میں اس جگہ پہنچ گیا۔ والإبلاغُ: پہنچانا، وکذلک التَبلیغُ، (جوہری، ۴: ۱۳۱۶) اسی طرح تبلیغ کا معنی بھی پہنچانا ہے۔ جبکہ تبلیغات یا (propaganda)) فرنسی زبان میں ایمان کی ترویج، کسی شخص یا ادارہ کی نسبت لوگوں کی نگاہ میں اچھی یا بری امیج پیدا کرنا ہے۔ لیکن دین اسلام میں تبلیغ کا مطلب اسلامی معارف اور حقائق کو لوگوں تک پہنچانا ہے، اور لوگوں کو اللہ تعالی کے فرمودات کی اطاعت اور سیرہ انبیاء علیہم السلام وائمہ طاہرین علیہم السلام کی پیروی کی طرف تشویق کرنا ہے۔

صفات مبلغ سے مراد دینی تبلیغ کے فریضے کو نبھانے والے شخص کا ایسی خصوصیات سے متصف ہونا جو اسے لوگوں کی نگاہ میں ممدوح بنا دے لیکن اس اپنی شخصی پسند وناپسند کی وجہ سے نہیں بلکہ اسلام کے ہوئے معیارات کے مطابق زندگی کرنے کے سبب لوگوں کی نظر میں ممدوح ہو۔

اہمیت وضرورت تبلیغ

تبلیغ کی ضرورت اور اہمیت سے کسی کو انکار نہیں، اسلام کے بلند وبلا اہداف تک رسائی حاصل کرنے کے لیے تبلیغ سے زیادہ کارگر کوئی دوسری چیز نہیں، اسلام کے دوست ودشمن اس نتیجے پہ پہنچے ہیں کہ تبلیغ سے بڑا کوئی اسلحہ نہیں، کیونکہ آج کے دور میں دنیا سمٹ کر ایک ویلج کی شکل اختیار کرچکی ہے، اور دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں رابطہ کرنے کے لیے جدید ترین مواصلاتی سسٹم وجود میں آچکا ہے، ملکوں کے درمیان جغرافیائی باڈرز بے معنی ہو کر رہ گیا ہے۔

آجکل ہم ایسے دور سے گزر رہے ہیں جہاں سیاسی، اقتصادی اور فوجی برتری کے ذریعے دوسروں کو زیر نہیں کرسکتے بلکہ دوسروں پر اپنی مرضی کے نظریات تھوپنے، ان کو زیر کرنے کے لیے استعمال ہونے والا جدید ترین اسلحہ، خبر سازی کی فیکٹریاں، ریڈیو اور ٹیلی ویژن، اخبار، میگزین اور کتابیں وغیرہ ہیں، اسی وجہ سے آج کے دور کو معلومات کے دھماکے کا دور کہا جاتا ہے، اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں خصوصا ثقافتی، سیاسی اور اجتماعی میدانوں میں ذریعہ مواصلات کو صف اول کی حیثیت حاصل ہے۔

آج کی دنیا سرد جنگ کی کیفیت سے گزر رہی ہے، اور اس نوع کی جنگ، جنگ گرم سے بہت خطرناک ہے، اس جنگ میں استعمال ہونے والا سب سے بڑا اسلحہ وہی تبلیغ ہے جو اپنے دشمن کو میدان جنگ سے دور پھینک دیتا ہے اور اس کے گرد دائرہ تنگ کرتے ہوئے اسے بدترین شکست سے دوچار ردیتا۔ تبلیغی اوزار کی ترقی کے بعد کسی چیز کی حرمت باقی نہیں رہی، ملکوں کے گرد دیوار، حدود اور حصار بے معنی ہو کر رہ گیا ہے، ایک زمانے میں دیوار چین اپنے ملک کے گرد بے مثال حصار شمار ہوتا تھا، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اب اس دیوار کی حیثیت صرف سیاحوں کے لیے بہترین سیر و تفریح کا مقام بن گیا ہے۔

تبلیغ کی اہمیت کے لیے یہی کافی ہے کہ دنیا کے طاقتور ممالک اپنے اہداف کو آگے بڑھانے کے لیے تبلیغ پر بے پناہ بجٹ خرچ کرتے ہیں، کیونکہ ہریلا گیس کے استعمال سے سینکڑوں لوگ متاثر ہوسکتے ہیں لیکن پروپیگنڈہ اور غلط تبلیغ کے ذریعے کروڑوں لوگوں کو مسموم کیا جاسکتا ہے۔

دین کی تبلیغ انبیاء علیہ السلام کا الٰہی فریضہ

اللہ تعالی کے بھیجے ہوئے نمائندوں کی سب سے بڑا فریضہ انسانوں کو دین کی تبلیغ اور الٰہی معارف کی تعلیم ہے، اور انہوں نے پوری قوت لگا کر دین کی تبلیغ اور انحراف کے شکار لوگ وں کی ہدایت کی سعی کی۔ خداوند کریم نے نزول قرآن مجید کا مقصد اس کی تبلیغ اور قرار دی: «وانزلنا الیک الذّکرَ لِتُبَیِّنَ لِلنّاسِ ما نُزّلَ الَیہِم ولَعَلّہم یتفکّرون» (: نحل ۴۴) ترجمہ: اور اپ کی طرف بھی ذکر کو (قرآن) نازل کیا ہے تاکہ ان کے لیے ان احکام کو واضح کردیں جو ان کی طرف نازل کیے گیے ہیں اور شاید یہ اس بارے میں کچھ غور و فکر کریں۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین اسلام کی تبلیغ میں زندگی صرف کی بلکہ تبلیغی گروہ تشکیل دی اور اسلامی معارف اور علوم سے آشنا مبلغین کو مختلف علاقوں میں بھیجے تاکہ وہ ان کو دین کی تبلیغ کریں، ان مبلغین میں حضرت علی علیہ السلام، مصعب بن عمیر، معاذ بن جبل، عبداللہ بن رواحہ وغیرہ تھے، ان میں سے بعض دین کی تبلیغ کی راہ میں شہید ہوئے۔

خدا نے رسولوں کے ارسال کا ہدف تبلیغ دین کو قرار دیتے ہوئے فرمایا: «وَ مَا عَلَی الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلاغُ» (نور: ۵۴) اور رسول کے ذمہ تبلیغ کے سوا کچھ نہیں ہے۔دوسری جگہ ارشاد ہورہا ہے: «فَاعْلَمُوا اَنَّمَا عَلَی رَسُولِنَا الْبَلاغُ» (مائدہ ۹۲) جان لو! ہمارے رسول کی ذمہ داری صرف پیغام پہنچانا ہے۔ ایک جگہ فرمایا:

«اُبَلِّغُکُمْ رِسالاتِ رَبِّی» (اعراف: ٦٢) میں اپنے رب کے پیغامات تمہیں پہنچاتا ہوں۔ اور سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات میں پیغمبر خداﷺ کے وظائف کو بیان کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا: «وَ اَنْذِرْ عَشیرَتَکَ الْاَقْرَبینَ» (شعراء: ۲۱۴) ترجمہ: اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو تنبیہ کرو۔ یعنی مبلغ دین کو دوسروں سے پہلے اپنے رشتہ دار اور عزیز و اقارب کو سیدھی راہ دکھانی ہوگی۔

قرآن کریم نے مبلغ کا لوگوں کی ہدایت کے لیے انذار کرنے کو ایک سنّت الٰہی سے تعبیر کیا ہے، اور گذشتہ تمام امتّوں میں اس کی موجودگی کا بہ بانگ دہل اعلان کرتا ہے، اور کوئی قوم اور امت اس سنّت سے خالی نہیں رہی، ہر دور میں الٰہی نمائندہ آتا رہا، جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے: «وَإِنْ مِنْ اُمَّةٍ إِلَّا خَلا فیها نَذیرٌ» (فاطر: ۲۴) اور کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو۔

مبلغ کی قرآنی صفات

قرآنِ کریم نے ایک کامیاب مبلغ کی صفات کے بیان میں رسول خدا کو مخاطب قرار دیتے ہوئے کہا: «یا اَیُّهَا النَّبِیُّ إِنّا اَرْسَلْناکَ شاهِداً وَ مُبَشِّراً وَ نَذیراً. وَ داعِیاً إِلَی اللّهِ بِإِذْنِهِ وَ سِراجاً مُنیراً. وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنینَ بِاَنَّ لَهُمْ مِنَ اللّهِ فَضْلاً کَبیراً» (احزاب: ۴٦. ۴۵،۴۷): اے پیغمبر! ہم نے آپ کو گواہ، بشارت دینے والا، عذاب الٰہی سے ڈرانے والا، اور خدا کی طرف اس کی اجازت سے دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے، اور مؤمنین کو بشارت دیجئے کہ ان کے لیے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل و کرم ہے۔

سیوطی نے درّ منثور میں ابن عباس سے ان آیات کے متعلق ایک روایت نقل کی ہے، جس میں وہ کہتا ہے کہ پیغمبر خدا نے امیر المؤمنین علیہ السلام اور معاذ کو یمن کی طرف تبلیغ کے لیے بھیجا: «قد کان رسول اللہ امر علیا و معاذا ان یسیرا الی الیمن» (سیوطی، ٦، ص ٦٢۴.) پیغمبر خداﷺ نے حضرت علی علیہ السلام اور معاذ کو یمن کی طرف تبلیغ کے لیے کوچ کرنے کا حکم دیا، یمن ایک ایسا ملک تھا جہاں کے لوگ اسلام قبول کرنے کے لیے تیار تھے، اسی لیے پیغمبر اسلام نے تبلیغ کے لیے اپنے اصحاب میں سے بہترین صفات کے حامل شخصیت امیر المؤمنین علیہ السلام کا انتخاب کیا، تاکہ تازہ اسلام قبول کرنے لوگ مبلغین کو اپنی آئندہ کی زندگی کے نمونہ عمل قرار دے سکیں۔ آپ نے فرمایا: «انطلقا، فبشرا و لا تنفرا، و یسرا و لا تعسرا، فانہ قد انزل اللہ علی (یا ایھا النبی انا ارسلناک شاہدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا و بشر المومنین بان لھم من اللہ فضلا کبیرا)» (سابقہ منبع) جاؤ! لوگوں کو بشارت دو اور ان کو دور نہ کرو، ان کے ساتھ نرمی اختیار کرو اور سخت گیر نہ بنو،

کیونکہ اللہ تعالی نے ان آیات میں مبلغ کی صفات یوں بیان کی ہے۔ان آیات میں پیغمبر خداﷺ کو بطور مبلغ، پانچ صفات کا ذکر کیاہے، یہ صفات آپ میں اپنے آخری حدوں کو چھورہی ہوتی ہے، جبکہ دیگر مبلغین میں سے ہرایک اپنی قدرت اور صلاحیت کے مطابق ان صفات کا حامل ہو سکتاہے۔

پہلی صفت: شاہد ہونا

شاہد کا لغوی معنی

(إِنَّا أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا) بے شک ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا۔شاہد عربی زبان کا لفظ ہے جس کا اصل شَہِدَ یَشْہَدُ ہے یعنی اس نے گواہی دی، اور شاہد عربی میں اس گواہ کو کہتے ہیں جو کسی واقعے کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور علم ویقین پیدا کرنے کے بعد گواہی دے، جیسا کہ اہل لغت میں سے جوہری نے صحاح، عسکری نے فروق اور فراہیدی نے العین میں کہا: «والشاہد نقیض الغائب فی المعنی ولہذا سمی ما یدرک بالحواس ویعلم ضرورۃ شاہدا اوإن الشاہد للشیء ہو المدرک لہ رؤیۃ» (جوہری، ۲: ۴۹۴ ۶ ،۶ ۷ ۱۳.) شاہد معنی کے اعتبار سے غائب کی نقیض ہے، اسی لیے حواس کے ساتھ درک اور یقین کے ساتھ جاننے کو شاہد یا کسی چیز کو دیکھنے کے ساتھ اس کے وجود کا احساس کرنے کو شاہد کہتے ہیں۔

شاہد کا اصطلاحی معنی

قرآن کریم نے رسول خدا کو بطور مبلغ کئی ناموں سے یاد کیا ان میں سے ایک شاہد ہونا ہے، یعنی آپ اپنی امّت کے اعمال پر ناظر ہیں، اور شاہد کی دو صورتیں قابل تصور ہے:

جب آپ بقید حیات تھے تو امّت کے کردار واعمال کے شاہد اور گواہ تھے، آپ لوگوں کے رفتار واعمال کو زیر نظر رکھتے اور کسی بھی قسم کی خلاف شرع کام کو روک دیتے، اور اس فعل کے مرتکب شخص کو تذکر کے ساتھ نصیحت کرتے تھے۔

اسی طرح سے جب آپ رحلت کرگئے اور اس دنیا خاکی میں آپ کا ظاہری وجود باقی نہیں رہا تب بھی آپ امّت کے ہر عمل، ہر کردار اور رفتار پر نگاہ رکھتے ہیں، انسان کا کوئی بھی برا فعل آپ کو رنجیدہ خاطر کرسکتا ہے اور اسی طرح سے کوئی نیکی اور بھلائی رسول ﷺ کو خوشی دے سکتی ہے کیونکہ ہمارا مسلم عقیدہ ہے کہ رسول خدا اور آپ کے گھر والے امّت کے نیک و بد اعمال پر شاہد اور ناظر ہیں، ہمارے اعمال آپ کے سامنے پیش ہوتے ہیں، خواہ یہ اعمال چھپے انجام دیے ہوں یا آشکارا انجام دیے ہیں۔

پس مبلغ دین کی نیک صفات میں سے ایک صفت جسے قرآن کریم نے ذکر کیا لوگوں کے اعمال، رفتار، گفتار، کردار اور عقائد کا ناظر اور گواہ ہونا ہے، مبلغ جب کسی علاقے، گاؤں یا شہر میں تبلیغ کے لیے جاے تو وہاں بسنے والے انسانوں کے درمیان پیدا ہونے والے انحرافات اور کجیوں سے آگاہ ہونا ضروری ہے کیونکہ بصیرت اور آگاہی اسے ان مشکلات سے نکالنے میں بہت ہی اہم کردار ادا کرتی ہے۔

اگر مبلغ کسی جگہ پر لوگوں میں اخلاقی بیماری اور گناہ و معصیت دیکھے تو اوپر سے اس بیماری پر مرہم رکھنے کے ساتھ ساتھ اس مشکل کے سبب اور اصل علت کو ڈھونڈ نکالے اور اس کجی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے، اور بنیاد سے اس کے علاج کرنے طریقہ پیدا کرئے، صرف منبر و محراب سے چند جملے کہنے سے اس ذمہ داری عہدہ برآ نہیں ہو سکتا، کیونکہ قرآن نے مبلغ کو شاہد کہا ہے، اور شاہد وہ ہوتا ہے جو اپنی آنکھوں سے بیمار کا معاینہ کرے اور بیماری کی شناخت کے بعد کما حقہ اس کا علاج کرے، اگر بیمار پر ایک دوائی اثر نہیں کیا تو دوسرا طریقہ آزمائے، اگر وہ بھی کارآمد نہیں ہوتا تیسرا طریقہ ڈھونڈے تاکہ بیماری سرے سے ہی ختم ہو جائے۔

حوزات علمیہ اور مبلغین دین کو عوام سے دور رہ کر پوپ کی سال میں ایک یا دو بار اپنے چہرہ مقدس کی زیارت نہیں کروانی چاہیے کیونکہ قرآن نے واضح لفظوں میں کہا کہ مبلغ کو شاہد ہونا چاہیے، یعنی لوگوں کے درمیان زندگی کرے، ان کے دکھ درد میں شریک رہے، معنوی اور غیر معنوی مشکلات کو نزدیک سے دیکھے، بیگانوں کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں پر ہونے ثقافتی، عقیدتی، سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی حملوں کو روک کے ان پر جوابی وار کرے ورنہ دشمن اسلام اور مسلمانوں کا حلیہ ہی بگاڑ کر رکھ دے گا، جس طرح آج کل ہمارے مسلمان ملکوں میں یہ کھیل کھیلا جارہا ہے، اور اکثر مبلغین نے ان کجیوں اور انحرافات کا شاہد بن کر ان مشکلات کو حل پیش کرنے کی بجائے اپنے آپس کے چھوٹے چھوٹے مسائل اور اختلافات کو لیکر ایک دوسرے کا پتہ کاٹنے میں مصروف ہیں، اور ناآگاہانہ طور پر دشمن کی تبلیغی مشینری کا حصہ بن چکے ہیں۔

دوسری صفت: مبشر ہونا

بشارت کا لغوی معنی

بشارت عربی میں خوشخبری کو کہتے ہیں، اصل میں بَشَر تھا جس کا معنی جوہری نے صحاح میں یوں بیان کای ہے: البَشَرۃُ والبَشَرُ: ظاھرُ جلدِ الانسان. انسانی جسم کے چمڑے کے ظاہری حصے کو کہا جاتا ہے، اور بشارت اس اثر کو کہتے ہیں جو کسی اچھی خبر کے سننے کے بعد انسان کے جلد اور چہرے پر نمودار ہوتا ہے۔ جبکہ مبشّر

خوشخبری دینے والے شخص کو کہا جاتا ہے، اسی لیے جوہری نے مثال دیتے ہوئے کہا: والمُبَشِّرَاتِ: الریاحُ التی تُبَشِّرُ بالغیث (: جوہری، ۲؛۵۹۰.) مبشرات یعنی وہ ہوا جو بارش برسانے بادل کی خوشخبری دے۔

بشارت کا اصطلاحی معنی

دین کی تبلیغ کے وقت سامعین کو بہشت اور اس کی نعمتوں کی بشارت دینا ایک اہم اور موثر ہتھیار شمار ہوتا ہے، قرآن کریم نے رسول خداﷺ کی صفات بیان کرتے ہوئے شاہد کے بعد دیگر صفات پر مبشر ہونے کو مقدم کیا ہے، قرآن کریم کے بعد روایات میں اس پر بہت زیادہ زور دیتے ہوئے کہا: «فبشِّروا ولا تنفروا» تم لوگوں کو بشارت دین کی طرف جذب کرو اور دین سے متنفر نہ کرو۔ لوگوں کی توجہ جلب کرنے لیے بہترین چیز ان کو امید دینا اور مایوسی سے نکالنا ہے، انسان ہر چیز کے حصول کے لیے کوشش کرتا ہے جو اس کے لیے حاصل کرنا ممکن اور اس کے حصول کی امید رکھتا ہو، اور عقلاء بھی اس چیز کی تاکید کرتے ہیں۔

دینی مبلغ کا عمل، رفتار اور لوگوں کے ساتھ اس کے تعامل ایسا نہ ہو کہ جس کی وجہ سے وہ دین سے متنفر ہو جائے، کیونکہ لوگ آنکھوں سے دین کو تو دیکھ نہیں سکتے بلکہ دین کو علماء اور دینی مبلغین کی روپ میں دیکھتے ہیں، اگر وہ مخاطبین کو دین کی طرف جذب کرنے میں ناکام رہ گیا تو گویا وہ قرآن کی نگاہ میں دینی مبلغ کی صفات سے صحیح معنوں میں متصف نہیں ہے۔

تیسری صفت: (نذیرا) ڈرانے والا

نذیر صفت مشبہ ہے اور اس کا اسم فاعل منذر ہے، جس کا معنی ڈرانے والا ہے، اور اسی سے انذار نکلا ہے جیسا کہ راغب کہتا ہے: «الإِنْذارُ: إخبارٌ فيه تخويف، كما انّ التّبشير إخبار فيه سرور» (راغب؛ ۷۹۷، ۱۴۱۲. جوہری، ۲؛ ۸۲۵) انذار یعنی ایسی خبر دینا جس میں سامع کو ڈرانا مقصود ہو، جیسا کہ تبشیر میں کسی کو خوشی کی خبر دینی ہوتی ہے۔

رسول خداﷺ کی صفات میں سے ایک نذیر ہے، آپ بشارت دینے کے ساتھ گناہ کے عقاب اور سزا سے لوگوں کو ڈراتے بھی تھے، کیونکہ انسان کی فطرت میں یہ چیز رچی بسی ہے کہ اگر کسی چیز سے بہت زیادہ مطمئن ہو جائے تو اس چیز کے حصول میں سستی اور کاہلی سے کام لیتا ہے، پھر اس کام میں وہ رغبت اور دلچسپی باقی نہیں رہتی جو پہلے ہوا کرتی ہے، اسی لیے قرآن نے تبشیر و انذار دونوں کو ساتھ ساتھ رکھا ہے، ایک طرف سے بشارت کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف جذب کرنا ضروری ہے تو دوسری طرف سے ترک

واجبات پر عذاب و عقاب کا خوف بھی محسوس کرے۔

مبلغ کو مبشر ہونے کے ساتھ منذر ہونا چاہیے تاکہ دین کے متعلق لوگوں کے عقیدے میں تعادل برقرار رہے، نہ افراط کا شکار ہو اور نہ تفریط کا بلکہ دونوں طرف یعنی خوف و رجاء برابر رہے، خوف اگر حد سے بڑھ جائے تو انسان مایوس ہو جاتا ہے اور پھر انحراف کا راستہ ہموار ہوتا ہے، اگر رجاء بھی ضرورت سے بڑھ جائے تو انسان کاہلی کا شکار ہوتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے خطرے کی گھنٹی سمجھی جاسکتی ہے، لہٰذا مبلغ ہمیشہ انسان کو ان دونوں حالات کے درمیانی راہ پر گامزن رکھے، اگر کر دکھانے میں کامیاب ہوا تو اسے بہترین مبلغ کے عنوان سے یاد کی جاسکتی ہے۔

چوتھی صفت: داعی الی اللہ

«وداعیا الی اللہ باذنہ» اور اللہ تعالی کی اجازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا ہو، یعنی مبلغ کی تمام تر کوششیں اللہ تعالی کی محوریت میں ہونی چاہیے، مبلغ کے ہر کام کی ابتدا اور انتہاء خدا ہو، اگر کسی مقام پہ غصہ کرنا پڑے، کسی جگہ مہربانی و لطافت کے ساتھ پیش آنا پڑے تو وہ خدا کے لیے بغیر کسی چون و چرا انجام دینے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

آیت کریمہ میں اللہ کی اجازت سے دعوت دینے کی بات کی ہے، یہاں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ہر وہ کام جس کو اللہ تعالی نے انسانوں کے لیے حلال اور جائز کیا ہے اس کی تبلیغ کی جائے، اور چیز شریعت محمدی میں جائز اور حلال نہیں اس کی تبلیغ نہیں کی جاسکتی۔

پانچویں صفت: (وسراجا منیرا) روشن چراغ ہو

پیغمبر خدا ﷺ سراج منیر ہے، یعنی تمام انسانوں کے لیے روشن چراغ ہے، علماء اور مبلغین کو بھی انبیاء کے وارث ہونے کے اعتبار سے اس صفت سے مزیّن ہونا چاہیے، چراغ کا کام خود جل کر دوسروں کو روشنی فراہم کرنا ہے، اسی طرح بہترین مبلغ اپنے آپ کو لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے فدا کرتا ہے، اپنی ذات میں مشقت و مشکلات میں ڈال کر دوسروں کو راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے، گھٹا ٹوپ اندھیرے میں راہ گم کیے ہوئے لوگوں کو علم و معنویت کے چراغ کے ذریعے فوز عظیم کی طرف بلاتا ہے، جہالت و انحرافات کے گرداب میں غرق ہونے والوں کو ہدایت کی کشتی سوار کر کے منزل مقصود تک لے جاتا ہے۔

دینی مبلغ کو اپنی تربیت کے ساتھ ساتھ اپنے گھر، خاندان اور دوستوں کی اچھی تربیت پر توجہ مرکوز کرنے

کی ضرورت ہوتی ہے، اور افراد کی تربیت کے ذریعے مبلغ اپنے دائرہ ہدایت کو وسیع کر سکتا ہے، اور اس سے تبلیغی بوجھ بھی کم ہونا شروع ہوگا، مبلغ ہمیشہ دین کی حدود کی حفاظت کے لیے فرنٹ لائن میں مصروف جہاد ہوتا ہے، اور اپنے سے کئی گنا بڑے دشمنوں کے مقابلے میں کھڑے ہونے کے لیے مبلغ میں کسی قسم کا ضعف یا کمزوری نہیں ہونی چاہیے تاکہ دشمن اسی ضعف کو دیکھ کر اس کو ستانا شروع کرے اور اسے تبلیغ کی راہ سے نکال باہر کرے۔

اگر ہم کسی صحرا اور بیابان میں رات کے وقت شمع جلائے تو وہاں پر موجود سارے مخلوقات اس چراغ کی روشنی کی طرف جذب ہونگے، زندگی کی رمز وراز نور ہے، اگر زندگی میں چراغ نہ ہو تو سبھی لوگ منتشر ہونگے۔

چھٹی صفت: خشیت خدا

«الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسالاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلا يَخْشَوْنَ أَحَداً إِلَّا اللَّهَ» (احزاب ۳۹.) وہ (انبیاء) جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں، اور اسی سے ڈرتے ہیں، اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے انبیاء کو مبلغ کے عنوان سے یاد کیا ہے اور اس کی صفت بیان کرتے ہوے خشیت خدا کو اہم ترین خصوصیت قرار دی ہے، مبلغ دین کو اللہ کے علاوہ کسی چیز سے خوف نہیں کھانا چاہیے، کیونکہ وہ اللہ کے دین کی تبلیغ کر رہا ہے تو اس راہ میں خدا ہی سے ڈرنا چاہیے، اللہ کے سوا باقی سب محتاج و مجبور ہیں، اگر مبلغ حقیقی معنوں میں خدا کی خشیت دل میں رکھ کے میدان عمل میں قدم رکھ کر نکلے تو دنیا جہاں کی مصنوعی طاقتیں اس کا بال بھی بھیگا نہیں کر سکتیں۔

شہید مطہری مبلغ کی صفات بیان کرتے ہوے فرماتے ہیں: «یہ آیت کریمہ دینی مبلغ ہونے کے دعویداروں کے لیے کمر شکن آیات میں سے ایک ہے، جو لوگ رسالات الہی کی تبلیغ کرتے ہیں، پیغامات خداوندی کو دوسروں تک پہنچاتے ہیں ان کی دو شرائط اس آیت کریمہ میں بیان ہوئی ہے:

۱. یہ لوگ صرف اللہ سے ڈرتے ہیں، اللہ اور اپنے درمیان کوئی حجاب نہیں بلکہ خدا سے ڈرتے ہیں، اللہ کی ہیبت و عظمت ان کے دلوں میں اس حد تک نفوذ پیدا کر چکی ہے کہ گناہ کے تصور ذہن میں آتے ہیں خشیت الہی اسے دفع کریتی ہے۔

۲. «وَلا يَخْشَوْنَ أَحَداً إِلَّا اللَّهَ» (احزاب ۳۹.) یعنی اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے ہیں۔ یہ لوگ ڈرتے ہیں لیکن غیر خدا سے نہیں ڈرتے، البتہ خشیت کا معنی خوف سے فرق کرتا ہے، خوف یعنی آئندہ پیش

آنے والے برے حالات کے بارے میں فکر مند ہونا ہوتا ہے، اور آئندہ اس کے ہاتھوں گناہ سرزد ہونے کا ڈر دل میں ہونا، جبکہ خشیت ایسی حالت کو کہتے ہیں جس کے ہوتے ہوئے انسان کسی برے کام کے انجام دہی یا اچھے کام کو ترک کرنے کی جرات ہی نہیں کرتا» (مطہری؛ ۲۱۸.) یہاں اللہ نے خوف کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ مبلغ خشیت خدا کی صفت سے متصف ہوتا ہے، یعنی گناہ پر جرات ہی نہیں کرتا، اور خدا کی پرواہ اس حد تک اس کے دل وجان میں رسوخ کر چکی ہے کہ اب خشیت اس کے لیے ایک ملکہ کی صورت اختیار کر چکی ہے۔

ساتویں صفت: نصیحت اور خیر خواہی کا خوگر ہونا

«وَاَنۡصَحُ لَكُمۡ» (اعراف ۶۲.) اور تمہیں نصیحت کرتا ہوں، «وَاَنَا لَكُمۡ نَاصِحٌ»، اور میں تمہارا ناصح ہوں، «اِنِّىۡ لَـكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيۡنَ» (سابقہ ۶۸.) میں یقینا تمہارا خیر خواہ ہوں۔ مفردات راغب میں نصح کی تعریف یوں کی ہے: النصح: تحرّی فعل او قول فیہ نصح وہ کام یا گفتار جس میں طرف مقابل کے لیے خیر کا طالب ہو۔

طبرسی فرماتے ہیں: النصیحہ: اخلاص النیہ فی العاملۃ (راغب اصفہانی ۸۰۸، ۱۴۱۲). نصیحت یعنی انسان اپنے دل کو ہر قسم کی کجی اور شکوک سے پاک کرنا۔

مبلغ کو دو رخی، خیانت، فریب جیسے رذائل سے دور رہتے ہوئے اپنے سامعین کی خیر خواہی طلب کرے، صداقت اور اخلاص جیسی صفات کے ساتھ دین کی تبلیغ کرنی چاہیے، اس کو لوگوں کے ساتھ ایسے پیش آنا پڑے گا جیسے ایک مہربان باپ اپنے بیٹے کے ساتھ برتاؤ کرتا ہے، اور نہایت محبت والفت ان کی ترقی اور رشد کے لیے کمر ہمت باندھنا ہوگا، اور یہ عظیم کارنامہ بھی رسول خدا ﷺ کی پاکیزہ زندگی میں بھی ملتا ہے، جس کی طرف قرآن مجید اشارہ کیا ہے: «لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ» (توبہ: ۱۲۸) ترجمہ: یقینا تمہارے پاس وہ پیغمبر آیا ہے جو تمہیں میں سے ہے اور اس پر تمہاری ہر مصیبت شاق ہوتی ہے، وہ تمہاری ہدایت کے بارے میں حرص رکھتا ہے، اور مؤمنین کے حال پر شفیق اور مہربان ہے۔ بغیر کسی تردید ہم کہہ سکتے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ انسانیت کی ہدایت اور نجات کے لیے تشریف لائے ہیں، اسی لیے مخلوقات کا فقر، ان کی پریشانی اور جہالت آپ پر بہت سخت گراں گزرتی ہے، کیونکہ وہ لوگوں سے محبت کرتے ہیں اور ان کی نجات کے لیے بہت زیادہ حرص رکھتے ہیں۔

آٹھویں صفت: گفتار میں نرمی

مبلغ کی قرآنی صفات میں سے ایک اہم گفتار میں نرمی لانا، سخت زبان اور کڑک لہجے سے پرہیز کرنا ہے،

کیونکہ انسان فطرتاً نرمی اور نیکی سے محبت کرتا ہے اور سختی غیر لچکدار کو پسند نہیں کرتے، اسی لیے ان کو نرمی کے ساتھ خدا کے دین کی طرف دعوت دی جاسکتی ہے، جبر واکراہ دین میں جائز نہیں ہے۔اسی لیے قرآن کریم نے پیغمبر خدا کو ایک مبلغ کے عنوان سے آپ کے گفتار میں نرمی لانے اور سنگدلی اور قساوت سے دوری اختیار کرنے پر زور دیا ہے: «فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ» (آل عمران ۱۵۹.) پیغمبر! یہ اللہ کی مہربانی ہے تم ان لوگوں کے لیے نرم ہو ورنہ اگر تم بدمزاج اور سنگدل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے لہٰذا اب انہیں معاف کردو۔ان کے لیے استغفار کرو اور ان سے امر جنگ میں مشورہ کرواور جب ارادہ کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو کہ وہ بھروسہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے.

شہید مطہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: «کوئی شخص یہ ارادہ کرتا ہے کہ اللہ تعالی کا پیغام لوگوں تک پہنچائے تاکہ ان میں ایمان پیدا ہواور دین سے تعلق قائم ہو جائے تو اسے چاہیے اپنی گفتگو میں نرمی ایجاد کرے۔ گفتگو بھی مادی اشیاء کی مانند نرم سخت ہوتی ہے؛ کبھی دوسرے شخص کی گفتگو اتنی نرم اور ملائم ہوتی ہے سننے والے کا دل کرتا ہے اس کی بات کو ہر صورت ق میں قبول کرے، کبھی اس کے بالکل برعکس سامع پر دوسرے کی بات اتنی سخت اور ناگوار گزرتی ہے جیسے اس کے کانوں میں کیل ٹھونکی ہو آنکھوں میں کانٹے چب گئے ہوں، لہٰذا وہ اس کی بات کو ہر ممکن کوشش کے ساتھ رد کر دیتا ہے» (مطہری، ا، ۳۵۶.)

نویں صفت: گفتار ورفتار میں مطابقت

قرآن کریم نے کردار وگفتار میں مطابقت پر زور دیتے ہوے کہا: «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ» (صف ۲) ترجمہ: اے ایمان والو! تم وہ بات کہتے کیوں ہو جو کرتے نہیں ہو۔تبلیغی میدان میں بہت اہم ترین چیز مبلغ کے قول اور فعل میں یگانگت اور مطابقت کا وجود ہے، اگر یہ ہم آہنگی اور یکسوئی نہ ہو تو لوگوں کے دلوں میں مبلغ کے لیے محبوبیت نہیں رہتی اور اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کی باتوں کا معاشرے پر کوئی اثر نہ ہو۔گفتار ورفتار میں مطابقت ہی وہ چیز ہے جس کے ذریعے مبلغ اپنی صداقت اور سچائی عملی طور پر ثابت کرسکتا ہے۔

انسان ہمیشہ کسی کی بات کو پہلے اس کے کردار میں ڈھونڈتا ہے، اگر اس کا عمل، گفتار کے ساتھ ہم آہنگ ہوا تو لوگ اس باتوں پر عمل کرنے کو اپنے لیے سعادت سمجھتے ہیں، اس کی ہر بات لوگوں کے کانوں سے ہوتے

ہوے دلوں میں اتر جاتی ہے، انحراف و گمراہی میں پھنسے لوگ اس کی باتوں سے نجات حاصل کرتے ہیں، اسی وجہ سے حدیث شریف میں آیا ہے: «کُونُوا دُعَاةً لِلنَّاسِ بِغَيْرِ أَلْسِنَتِكُمْ» (اصول کافی، ۲، ۷۸، ح۱۴) ترجمہ: لوگوں کو خیر و نیکی کی طرف دعوت دو لیکن زبان کے ساتھ نہیں بلکہ عمل کے ذریعے دعوت دو۔ انسانیت کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے دو ہی راستے ہیں: گفتگو اور لکھائی۔ عمل اور فعل۔ عمل کا اثر لازوال ہے، جبکہ عمل کے بغیر باتوں کا کوئی اثر نہیں۔

دسویں صفت: خدا پر توکل

«فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ» (آل عمران: ۱۵) پھر جب آپ عزم کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کریں۔ مبلغ کو اپنے تبلیغی امور میں اللہ تعالی پر توکل کرنا چاہیے، کیونکہ وہ خود ایک مسبّب ہے اصل مؤثر خدا ہے، لوگ اس کی باتوں پر دھیان دیں یا نہ دیں، اور نہ ہی لوگوں کی تعریف و تمجید سے عجب وخود بینی کا شکار ہوں، اور لوگوں کی بے رخی کے باعث ناامیدی سے دوچار ہوں، بلکہ خدا پر اعتماد رکھیں تو اپنے نیک عمل میں کامیاب ہوگا۔

نتیجہ

۱. دین اسلام کی جامعیت اور زیبائی سے کسی کو انکار نہیں لیکن انبیاء کرام علیہم السلام اور معصومین علیہم السلام کی عدم موجودگی کی صورت میں اس کی تبلیغ اور پہنچانے کے حوالے سے مشکل رہی ہے۔

۲. قرآن کریم میں دینی مبلغ کی متعدد صفات بیان ہوئی ہیں، ان خصائص اور صفات کی موجودگی کی صورت میں مبلغ کی بات سامعین کے کانوں سے ٹکرا کر دلوں میں اتر جاتی ہیں، ان صفات کا فقدان سبب بنتا ہے کہ اس کی باتوں میں تاثیر نہ ہو۔

۳. اللہ تعالی نے قرآن مجید، فرقان حمید میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبلغ کی حیثیت سے تعارف کرواتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے، کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا، عذاب الٰہی سے ڈرانے والا، اور خدا کی طرف اس کی اجازت سے دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے، اور مؤمنین کو بشارت دیجئے کہ ان کے لیے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل و کرم ہے۔

۴. مبلغ کی دیگر صفات جسے قرآن کریم نے بیان وہ یہ ہیں: خشیت خدا، نصیحت اور خیر خواہی کا خوگر ہونا، گفتار میں نرمی، گفتار و رفتار میں مطابقت، خدا پر توکل وغیرہ۔

منابع و مصادر

۱. مطہری، مرتضی، مجموعہ آثار استاد شہید مطہری، سیری در سیرہ نبوی، ص۱۹۷. ناشر: صدرا: قم _ ایران،: 1372ہ .ش: ط: 8

۲. شریف الرضی، محمد بن حسین ترجمہ و شرح نہج البلاغہ (فیض الاِسلام۴۰۶ ق) مصحح: فیض الاِسلام، ناشر: مؤسسہ چاپ و نشر تألیفات فیض الاِسلام: تہران

۳. کلینی، محمد بن یعقوب (۳۲۹ ق) اصول کافی (ط _ الاِسلامیہ) مصحح: غفاری علی اکبر و آخوندی، محمد، ناشر: دار الکتب الاِسلامیہ، تہران، ۱۴۰۷ق

۴. طباطبائی، محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، مؤسسہ الأعلمی للمطبوعات، لبنان _ بیروت، ۱۳۹۰ ہ.ق، ط ۲۔

۵. جوہری، اسماعیل بن حماد، الصحاح: تاج اللغۃ و صحاح العربیہ، ؛ ج۲؛ ص ۴۹۴ ۶ جلد، دار العلم للملایین _ بیروت، چاپ: اول، ۱۳۷۶ھ. ق.

۶. عسکری، حسن بن عبداللہ، الفروق فی اللغۃ، ص۸۸ ۱جلد، دار الافاق الجدیدۃ _ بیروت، چاپ: اول، ۱۴۰۰ھ. ق.

۷. سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر (۹۱۱ ہ. ق)، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، ناشر: کتابخانہ عمومی حضرت آیت اللہ العظمی مرعشی نجفی رحمۃ اللہ علیہ ایران _ قم، ۱۴۰۴ھ.